ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.3861-3867
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Al-Dakhil in Tafsir: In the Light of Tafsir al-Baydawi

الدخیل فی التفسیر تفسیر بیضاوی کی روشنی میں

Waqar Ahmed
PHD scholar Institute of Islaimc Studies and Sharia MY University Islamabad
Syed Zeeshan Husain Shah
M Phil Scholar Mirpur University of Science and Technology Mirpur
Dr. Hafiz Mohsin Zia Qazi
Director& Assosiate Prof. Institute of Islamic Studies and Sharia MY University Islamabad

Abstract

This research presents an analytical study of "al-Dakhīl fī al-Tafsīr" (interpolations in Qur'anic exegesis) with special reference to Tafsīr al-Bayḍāwī. Although Tafsīr al-Bayḍāwī is widely recognized for its conciseness, comprehensiveness, and scholarly significance in the classical tradition of tafsīr, it nevertheless contains certain instances of weak narrations, Isra'iliyyāt, and non-authentic reports. Such elements fall under the category of al-Dakhīl, which requires critical examination to distinguish sound interpretations from unreliable ones. This paper first defines the linguistic and technical meanings of al-Dakhīl, followed by the identification and analysis of selected examples within Tafsīr al-Bayḍāwī. These examples are then compared with other authoritative commentaries, such as Tafsīr al-Ṭabarī, al-Qurṭubī, and Ibn Kathīr. The study concludes with recommendations for future research, highlighting the importance of scholarly precision in safeguarding Qur'anic exegesis from weak or fabricated material.

Keywords: Al-Dakhīl fī al-Tafsīr; Tafsīr al-Bayḍāwī; Qur'anic Exegesis; Weak Narrations; Isra'iliyyāt; Fabricated Reports; Tafsīr al-Ṭabarī; Tafsīr al-Qurṭubī; Tafsīr Ibn Kathīr; Authenticity in Tafsīr.

تمہید:

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور سرچشمۂ ہدایت ہے، جس کی تفسیر و تشریح کا فریضہ صحابۂ کرامؓ، تابعین اور بعد کے مفسرین نے اپنے اپنے انداز میں ادا کیا۔ تفسیر کے علوم میں جہاں ایک طرف عظیم الشان خدمات انجام دی گئیں، وہیں بعض ایسے افکار و حکایات بھی داخل ہوئے جو قرآن کی اصل مراد سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ انہی غیر مستند اور بے اصل روایات، اسرائیلیات، فلسفیانہ آراء اور کلامی تاویلات کو اہلِ علم نے "الدخیل فی التفسیر" کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

علمائے تفسیر نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کے فہم میں خارجی افکار اور غیر معتبر اقوال کو شامل نہ کیا جائے، کیونکہ یہ نہ صرف قرآن کے صحیح مفہوم کو مشوش کرتے ہیں بلکہ قاری کو گمراہ کن رخ پر بھی ڈال سکتے ہیں۔ اس پہلو سے مفسرین کے مناہج اور ان کی تفاسیر کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ کن امور کو اصل تفسیر کا حصہ مانا جائے اور کن کو "الدخیل" شمار کیا جائے۔

تفسیر بیضاوی (انوار التنزیل و اسرار التأویل) برصغیر اور عالمِ اسلام کی مشہور و معروف تفاسیر میں سے ہے۔ امام ناصر الدین بیضاویؒ نے اس تفسیر میں لغت، بلاغت، فقہ اور کلامی نکات کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اگرچہ یہ تفسیر صدیوں تک مدارس و جامعات میں نصاب کا حصہ رہی اور آج بھی اپنی علمی قدر و منزلت رکھتی ہے۔ تاہم بعض مقامات پر اس میں بھی "الدخیل" عناصر جیسے اسرائیلیات، کلامی تاویلات اور غیر مستند روایات کا اثر پایا جاتا ہے۔

اس آرٹیکل میں ہم "الدخیل فی التفسیر" کا مفہوم واضح کرنے کے بعد تفسیر بیضاوی کی روشنی میں اس کے اثرات کا تجزیہ کریں گے تاکہ یہ حقیقت سامنے آسکے کہ قرآن فہمی میں اصل ماخذ کی اہمیت کیا ہے اور خارجی و بے اصل اقوال سے احتیاط کیوں ضروری ہے۔

الدخیل فی التفسیر کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

الدخیل لفظ "دخل" سے ماخوذ ہے۔

لغت میں "دخل" کا مطلب ہے: "اندر آنا، شامل ہونا"۔

"الدخیل" کا مطلب ہے: "بیرونی شے کا کسی چیز میں داخل ہو جانا، اجنبی یا غیر متعلق چیز کا شامل ہونا"۔

جیسا کہ لسان العرب میں ہے:

" الدَّخِيلُ: الغَرِيبُ الذي يدخل في القوم وليس منهم"

الدخیل وہ اجنبی ہے جو کسی قوم میں شامل ہو جائے حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا۔[1]

تفسیر میں اس سے مراد یہی ہے یعنی الدخیل فی التفسیر قرآن مجید سے سے نہیں ہوتی لیکن ان میں شامل ہو جاتی ہے۔اسی لیے اسکو الدخیل فی التفسیر کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

علمِ تفسیر میں "الدخیل" سے مراد ہے:

وہ تمام غیر معتبر، غیر مستند اور اجنبی اقوال یا روایات جو قرآن کی تفسیر میں شامل کر دی گئی ہوں، حالانکہ ان کا قرآن کے اصل معانی سے کوئی تعلق نہ ہو۔

" هو كل ما أُدخل في تفسير القرآن الكريم وليس منه، سواء أكان رواية موضوعة، أو إسرائيليات باطلة، أو أقوالاً شاذة تخالف اللغة والشرع"[2]

الدخیل فی التفسیر وہ سب کچھ ہے جو قرآنِ کریم کی تفسیر میں داخل کر دیا جائے حالانکہ وہ قرآن سے نہیں، چاہے وہ من گھڑت روایت ہو، باطل اسرائیلیات ہوں یا ایسے شاذ اقوال جو زبان و شریعت کے خلاف ہوں۔

لغوی معنی: "اجنبی یا غیر متعلق چیز کا داخل ہونا"۔

اصطلاحی معنی: "وہ باتیں، اقوال یا روایات جو قرآن کی اصل مراد سے غیر متعلق یا خلافِ شریعت ہونے کے باوجود تفسیروں میں شامل ہو گئی ہوں"۔[3]

صاحب بیضاوی کا تعارف:

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد الشافعی البیضاوی (م 685ھ/1286ء) ساتویں صدی ہجری کے جلیل القدر مفسر، فقیہ، متکلم اور قاضی تھے۔ آپ کا تعلق ایران کے شہر بیضا سے تھا۔ اسی نسبت سے "البیضاوی" کہلائے۔ فقہ میں شافعی اور عقائد میں اشعری تھے۔[4]

آپ نے قضا کے منصب پر خدمات انجام دیں اور تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ اور کلام میں متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں۔[5]

اہم تصانیف:

1. انوار التنزیل واسرار التأویل – قرآن کی مشہور تفسیر۔
2. منہاج الوصول إلی علم الأصول – اصولِ فقہ پر۔
3. طوالع الأنوار من مطالع الأنظار – علمِ کلام پر۔
4. مصباح الأرواح – عقائد پر۔

امام بیضاوی کی وفات 685ھ میں تبریز میں ہوئی۔[6]

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، مادہ: دخل، دار صادر بیروت، 1414ھ، ج 11، ص 244، 1998

[2] الدخيل في التفسير، رمضان عبد التواب، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، 1986ء، ص 15، 1999

[3] ڈاکٹر محمود احمد غازی حاضرات قرآنی، ص 77،

[4] الزركلي، الأعلام، ج 4، ص 68 دار الاحیاء التراث العربی، 1999

[5] ابن خلکان، وفیات الأعیان، ج 3، ص 244، مکتبہ قاہرہ مصر، 1999

[6] الزركلي، الأعلام، ج 4، ص 68

تفسیر بیضاوی کا تعارف:

انوار التنزیل واسرار التأویل قرآنِ کریم کی ایک جامع، مختصر اور علمی تفسیر ہے جس نے علمی دنیا میں غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ یہ ایک ایسی تفسیر ہے کہ جب تک بندہ یہ تفسیر پڑھ نہ لے تب تک اسے قرآنی لغات وبلاغت کا علم حصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آج بھی برصغیر پاک وہند کے جملہ مدارس میں یہ کتاب بطور نصاب شامل ہے۔

آج بھی علماء کو بنیادی مصادر کے طور پر یہ کتاب پڑھائی جاتی۔ اسکی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ موصوف شافعی تھے لیکن ان کی تفسیر حنفیوں کے ہاں بھی ایسے ہی مقبول ہے جیسے شوافع کے ہاں ہے۔ یہ عقائد کے لحاظ سے اشعری تھے اور آپ کی تفسیر میں یہ رنگ قارئین جگہ جگہ نظر آتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ماتریدی ان کی تفسیر کو پڑھتے ہیں۔ الغرض یہ تفسیر جملہ مکاتب فکر کے ہاں اپنی علمی بلندی کی وجہ سے جانی جاتی ہے۔[7]

خصوصیات:

اختصار وجامعیت:

بیضاوی نے زمخشری کی الکشاف سے استفادہ کیا مگر اس کے اعتزالی نظریات سے احتراز کیا۔[8] پہلے پاروں کی تفسیر کرتے وقت امام بیضاوی نے بہت زیادہ لکھا لیکن اس کے بعد موصوف نے اختصار سے کام لیا۔ مفسر نے پہلے پاروں کی بہت زیادہ لمبی تفسیر کی ہے لیکن اس کے بعد مفسر انتہائی اختصار کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور چیزوں کو مختصر ذکر کیا ہے۔

ادبی وبلاغی نکات:

قرآن کے اسلوب اور لغت پر گہری نظر ڈالی۔ اس میں صاحب کشاف کا اثر اس تفسیر پر جابجا نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ پہلو زمخشری کے بعد انہوں نے بیان کیا ہے۔ ادبی اور بلاغی نکات کو بیان کرنے کے لیے امام بیضاوی عرب کے اشعار کا بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بعد میں آنے والے جتنے بھی مفسرین ہیں انہوں نے لغت میں امام بیضاوی کا سہارا لیا ہے۔ اور ان کے بیان کردہ اشعار کو ہی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

فقہی مسائل:

فقہی اقوال بالخصوص شافعی فقہ کی آراء کو ہی مفتیٰ بہ قول کے طور پر مانتے ہیں۔ آپ احناف کے اقوال کو قیل کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ امام شافعی اپنے مسلک کے دلائل کی مضبوطی اور اس کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ آپ ایسے یہ دلائل بیان کرتے ہیں کہ محقق اس بات ہر مجبور ہو جائے کہ دلائل صرف اور صرف ان کے ہی مضبوط ہیں۔

کلامی اثرات:

اشعری منہج کے مطابق بعض آیات کی تاویلات۔ بعض آیات کو اشعری منہج کے مطابق بیان کرتے ہیں اور باقی کلامی اثرات کو قبول نہیں کرتے۔ اشعری منہج کو ہی مفتیٰ بہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور انہی کو ثابت کرنے پر ہی دلائل دیتے ہیں۔

تدریسی اہمیت:

برصغیر وعالمِ اسلام میں صدیوں تک مدارس کے نصاب کا حصہ رہی۔ اور برصغیر کے بڑے مدارس میں آج بھی یہ نصاب کا حصہ ہے۔ اور آج بھی مدارس کے نصاب کا حصہ ہے، وہ کسی بھی مکتب فکر کا ادراہ ہو وہ تفسیر بیضاوی کو اس کی اہمیت کے پیش نظر شامل کیا جاتا ہے۔ آج بھی یہ سلسلہ پاکستانی مدارس میں بالخصوص پایا جاتا ہے اور بالعموم دنیا کے مدارس میں بھی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ صحیح طرح سے لغوی معنیٰ پر عبور حاصل کر سکیں۔

تفسیر بیضاوی کی حیثیت:

یہ تفسیر صدیوں تک علمی دنیا میں معتبر ماخذ سمجھی گئی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی اسے مراجع میں شمار کیا۔ اگرچہ بعض جدید محققین نے اس میں موجود اسرائیلیات و کلامی تاویلات پر نقد کیا ہے، تاہم اس کی علمی و تدریسی اہمیت مسلم ہے۔[9]

---

[7] الذھبی، التفسیر والمفسرون

[8] الذھبی، التفسیر والمفسرون، ج 1، ص 195، مکتبہ بیروت لبنان 2011

[9] الذھبی، التفسیر والمفسرون، ج 1، ص 19 مکتبہ وھبہ مصر، ج 1، ص 194، مکتبہ قاہرہ مصر 2009

الدخیل فی التفسیر کی مثالیں:

قصہ ہاروت وماروت:

اللہ کریم نے قصہ ھاروت وماروت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ"[10]
"وروي أنهما كانا يُعلمان الناس السحر امتحاناً من الله تعالى، ويقولان إنما نحن فتنة فلا تكفر. وقيل: إنهما عُلِّما فافتتنا، فخُيِّرا بين عذاب الدنيا وعذاب الآخرة فاختارا عذاب الدنيا."[11]

روایت ہے کہ وہ دونوں فرشتے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اللہ کی طرف سے امتحان کے طور پر، اور کہا کرتے تھے: ہم محض آزمائش ہیں لہٰذا کفر نہ کرو۔ اور کہا گیا کہ وہ خود فتنہ میں پڑ گئے۔ پھر انہیں دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کا عذاب پسند کیا۔ یہاں امام بیضاوی ایک ضعیف قول بیان کیا ہے حالانکہ وہ فرشتے تھے فرشتے آزمائش کے لیے بھیجے گیے تھے وہ آزمائش میں مبتلاء نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ ضعیف قول بیان کیا گیا امام بیضاوی کی تفسیر جا بجا یہ اقوال ملتے ہیں اور یہ طرز عمل بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔

2. قصہ داوود علیہ السلام:

حضرت داوٗد کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے سورۃ ص میں ارشاد فرمایا:
"وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ"[12]
"روي أنه أعجب بامرأة أوريا فكتب إلى أمير ذلك الجيش أن قدِّمه في حملة التابوت، وكان من يقدم فيه يهلك غالباً، فهلك فتزوجها."[13]

روایت کی گئی ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کو "اُوریا" کی بیوی پسند آئی تو آپ نے اس کے لشکری امیر کو لکھا کہ اسے تابوت کے حملہ میں آگے کر دو، اور جو آگے کیا جاتا وہ اکثر ہلاک ہو جاتا، چنانچہ وہ ہلاک ہوا اور حضرت داوٗد نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

ایسا انبیاء پر الزامات کے زمرے میں آتا ہے اور ایسی روایات اسرائیلیات میں ملتی ہیں اور امام بیضاوی نے خاص طور پر قصص میں ایسی روایات کا بہت زیادہ سہارا لیا ہے جو درست نہیں بلکہ امام بیضاوی کے علاوہ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہ کام کیا ہے لیکن ہمارا تعلق فی الوقت امام بیضاوی کی تفسیر کے ساتھ ہے

3. صفاتِ باری تعالیٰ کی تاویل :

"الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى"[14]

"استوى: استولى بالقهر والغلبة."[15]

ترجمہ:

"استویٰ" کے معنی ہیں: غلبہ اور قہر کے ساتھ قابو پا لیا۔ اللہ کی ذات مقدس غفور رحیم ہے بہت ساری احادیث میں اسکا تذکرہ بھی ملتا ہے لہٰذا اس طرح کا معنیٰ الدخیل میں آتا ہے۔ امام بیضاوی کی تفسیر میں اس طرح کے بہت سے معنیٰ پائے جاتے ہیں۔

اصحابِ کہف کی تعداد:

اصحاب کہف کے بارے میں اللہ کریم نے واضح ارشاد فرمایا انکی تعداد واضح نہیں فرمائی لیکن امام بیضاوی نے اسکی تعیین کی ہے اسکی تعیین سابق کتب سماویہ میں ہے جیسا کہ انجیل وغیرہ میں، کیونکہ یہ واقعہ ان حضرات کا ہے کہ جو اپنا ایمان بچانے کے لیے غار میں چلے گئے تھے ان کے حوالے سے اللہ کریم نے بطور خاص ذکر فرمایا۔

اللہ کریم نے سورۃ الکھف میں ارشاد فرمایا:

---

[10] البقرہ، 102

[11] امام ناصر الدین بیضاوی أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج 1، ص 123، دار الفکر بیروت لبنان 1996

[12] ص، 24

[13] أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج 4، ص 45

[14] طہٰ، 4

[15] أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج 3، ص 210

"سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ"[16]

"روي أنهم كانوا سبعة، أسماؤهم: يمليخا، مكسلمينا، مشلينيا، مرنوش، برنوش، دبرنوش، كفشططيوس، والكلب قطمير."[17]

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ وہ سات تھے، ان کے نام یہ تھے: یملیخا، مکسلمینا، مشلینیا، مرنوش، برنوش، دبرنوش، کفشطیطیوس، اور ان کا کتا "قطمیر" تھا۔

ان ناموں کا مکمل تعین قرآن مجید میں موجود نہیں لیکن کتب سماویہ میں انکی تعیین ملتی ہے۔ امام بیضاوی نے غالبا اسی انداز کو اپنایا ہے۔ اور اس کو مزید تقویت دی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ممنوع درخت:

اللہ کریم نے آدم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

"لا تقربا هذه الشجرة " [18]

تم اس درخت کے قریب مت جانا، اب اسکی بہت سی تشریحات ہیں عموما انبیاء سابقہ کے لیے تشریحات اسرائیلیات سے لیتے ہیں جیسا کہ اس آیت کی مثال میں مذکور ہے۔

"والشجرة التي نهي عنها قيل هي الحنطة، وقيل الكرم، وقيل التين."[19]

وہ درخت جس سے آدم علیہ السلام کو روکا گیا تھا، بعض نے کہا کہ وہ گیہوں تھا، بعض نے کہا انگور کی بیل، اور بعض نے کہا کہ انجیر تھا۔ یہ بعض اسرائیلیات میں آتا ہے جسکو امام بیضاوی نقل کرتے ہیں اور علماء نے اسے الدخیل فی التفسیر شمار کیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام:

"ونادٰی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اهلی"[20]

"وكان ابنه كنعان، وقيل اسمه يام."[21]

نوح علیہ السلام کا بیٹا "کنعان" تھا، اور بعض نے کہا اس کا نام "یام" تھا۔ آحادیث یا آثار سے یہ بات بہت کم معلوم ہوتی ہے لیکن ایسی باتیں ہمیں اسرائیلیات میں ملتی ہیں امام بیضاوی نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اصحاب کہف کے کتے کا نام:

"سيقولون ثلثة رابعهم كلبهم ويقولون خمسة سادسهم كلبهم" [22]

وہ تین تھے اور چوتھا انکا کتا تھا وہ کہتے ہیں پانچ تھے چھٹا انکا کتا تھا

"وقيل: اسم كلبهم قطمير، وقيل: حمران."[23]

اور کہا گیا کہ اصحابِ کہف کے کتے کا نام "قطمیر" تھا، اور بعض نے کہا کہ "حُمران" تھا۔ یہ بھی اسرائیلیات پر مبنی ہے جو کہ ایک غیر ذوی العقول سی بات ہے۔

"امام مبین" کی تعیین:

اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

"وكل شئی احصینٰه فی امام مبین"[24]

"الإمام المبين هو اللوح المحفوظ، وقيل هو علي بن أبي طالب رضي الله عنه."[25]

"امام مبین" سے مراد بعض نے "لوحِ محفوظ" کہا ہے، اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام بیضاوی مختلف اقوال نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اب ان روایات میں بہت سی روایات اسرائیلیات پر مبنی ہوتی ہیں

---

[16] الکہف، 22

[17] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج3، ص287

[18] البقرة، 35

[19] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ناصر الدين البيضاوي، ج1، ص61

[20] ھود، 45

[21] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج2، ص218، دار الفكر، بيروت، 1996ء

[22] الکہف، 22

[23] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج3، ص222

[24] یٰسین، 12

[25] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج4، ص32

خلاصہ بحث:

تفسیر بیضاوی (انوار التنزیل واسرار التأویل) قرآن فہمی کی تاریخ میں ایک نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔ مفسر نے اس میں سابقہ تفاسیر خصوصاً تفسیر کشاف، تفسیر کبیر اور دیگر مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے نہایت جامع و بلیغ اسلوب اختیار کیا۔ تاہم، جیسا کہ اکثر مفسرین کے ہاں پایا جاتا ہے، اس تفسیر میں بھی بعض ایسی روایات اور اقوال شامل ہوئے ہیں جو سند اور درایت کے اعتبار سے کمزور یا غیر معتبر ہیں۔ علمی اصطلاح میں ایسے اقوال کو "الدخیل فی التفسیر" کہا جاتا ہے۔

بیضاوی کی تفسیر میں "الدخیل" کے کئی نمونے ملتے ہیں؛ مثلاً انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں اسرائیلیات کا ذکر، اصحاب کہف کے نام، بعض انبیاء کے اہل و عیال یا مقامات کے تعین کے حوالے سے غیر ثابت اقوال، اور بعض قرآنی الفاظ کی ایسی تاویلات جو لغت یا شرعی اصول کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ یہ تمام مثالیں مفسر کی علمی جامعیت اور اسلوبِ جمع و تدوین کی غماز ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ان تمام اقوال کو حجت سمجھتے ہوں۔

اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مفسرین نے اپنی تفاسیر میں مختلف آراء کا ذکر علمی امانت داری، تاریخی تسلسل اور آراء کے تنوع کو محفوظ کرنے کی غرض سے کیا۔ لیکن موجودہ دور کے محققین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی روایات کو چھانٹ کر صحیح اور ثابت شدہ اقوال کو امت کے سامنے پیش کریں، تاکہ قرآن کی تفسیر کو خلطِ مباحث اور غیر مستند اقوال سے پاک رکھا جاسکے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ:

1. تفسیر بیضاوی علمی و تفسیری ورثے میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔
2. اس میں "الدخیل فی التفسیر" کی متعدد مثالیں موجود ہیں جو تحقیق کے بعد انکو دور کیا جاسکتا اور انکو الگ کیا جاسکتا

سفارشات:

تحقیق تنقیح کی ضرورت:

تفسیر بیضاوی میں موجود اسرائیلیات اور ضعیف روایات کو جدید معیارِ تحقیق کی روشنی میں پرکھا جائے اور مستند و غیر مستند اقوال کے درمیان فرق کو واضح کیا جائے۔ تاکہ قاری کو پڑھنے میں آسانی ہو اس لیے تنقیح کی اس تفسیر کو بے حد ضرورت ہے۔

حوالہ جاتی تحقیق:

ہر روایت یا قول کی اصل ماخذ (Source) تک رسائی حاصل کی جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مفسر نے کن مصادر سے استفادہ کیا اور ان کا علمی درجہ کیا ہے۔ ابھی تک یہ کام بھی اس تفسیر پر نہیں کیا گیا اس لیے اس پر کام کی بھی ضرورت ہے۔

لغوی و اصطلاحی تطبیق:

قرآنی الفاظ کی تفسیری توضیح میں جو ضعیف یا بعید لغوی توجیہات شامل ہیں، ان کا علمی جائزہ لے کر معتبر لغوی مصادر کے ساتھ تطبیق کی جائے۔ امام بیضاوی بہت سارے غیر معقول معنٰی بھی ذکر کر دیتے ہیں بہتر بات یہی ہے کہ انکی تطبیق کی جائے تاکہ وضاحت ہو سکے۔

مستند تفسیر کے ساتھ تقابل:

تفسیر بیضاوی کے "الدخیل" مقامات کا تقابلی مطالعہ معتبر تفاسیر جیسے تفسیر طبری، ابن کثیر اور قرطبی کے ساتھ کیا جائے، تاکہ درست موقف واضح ہو۔ اب تک اس پر کام نہیں ہوا اس پر کام کی اشد ضرورت ہے کیونکہ بہت ساری چیزوں کو پرکھا نہیں گیا۔

معاصر تحقیقی کام:

جدید مفسرین اور محققین کو چاہیے کہ وہ بیضاوی کی تفسیر کو عصری تحقیق کے معیار پر از سر نو پرکھیں اور ایک ایسا تحقیقی ایڈیشن تیار کریں جس میں "الدخیل" مقامات کی نشاندہی ہو۔ اور اسکی وضاحت بھی پیش کی جائے اس کا حل دیگر تفاسیر کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

طلبہ و محققین کی رہنمائی:

جامعات کے نصاب میں "الدخیل فی التفسیر" کو بطور ایک مستقل موضوع شامل کیا جائے، تاکہ طلبہ غیر معتبر اور معتبر اقوال کے درمیان امتیاز کرنا سیکھ سکیں۔ ہمارے ہاں ایک سبق کے طور پر ہی یہ چیز شامل ہے اس لیے معاملات زیادہ خراب ہیں انکو نئی جہات میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

علمی امانت داری کا تقاضا:

محققین کو چاہیے کہ وہ مفسرین کے اسلوب کو منفی انداز میں نہ لیں بلکہ اسے علمی امانت داری اور روایتی اسلوبِ جمع و تدوین کے طور پر سمجھیں، اور امت کو مستند نتائج سے آگاہ کریں تاکہ سب لوگ اچھے سے اندازہ کر سکیں۔

مصادر و مراجع:

1. ابن منظور، لسان العرب، مادہ: دخل، دار صادر بیروت، 1414ھ، ج11، ص244، 1998
2. الدخیل في التفسیر، رمضان عبد التواب، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، 1986ء، ص15، 1999
3. الزرکلي، الأعلام، ج4، ص68 دار الاحیاء التراث العربی، 1999
4. ابن خلکان، وفیات الأعیان، ج3، ص244، مکتبہ قاہرہ مصر، 1999
5. الزرکلي، الأعلام، ج4، ص68
6. الذهبي، التفسیر والمفسرون، ج1، ص195، مکتبہ بیروت لبنان 2011
7. الذهبي، التفسیر والمفسرون، ج1، ص19 مکتبہ وھبہ مصر، ج1، ص194، مکتبہ قاہرہ مصر 2009
8. البقرہ، 102
9. امام ناصر الدین بیضاوی أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج1، ص123، دار الفکر بیروت لبنان 1996
10. ص، 24
11. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج4، ص45
12. طہ، 4
13. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج3، ص210
14. الکہف، 22
15. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج3، ص287
16. البقرة، 35
17. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ناصر الدین البیضاوي، ج1، ص61
18. ھود، 45
19. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج2، ص218، دار الفکر، بیروت، 1996ء
20. الکہف، 22
21. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج3، ص222
22. یٰسین، 12
23. أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ج4، ص32